حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ رحم

جناب غزل کاشمیری صاحب - اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

رحم عواطف کی وہ رقت اور نرمی ہے جس سے کسی دوسرے انسان کے لیے احسان اور شفقت کا جذبہ جوش زن ہوتا ہے۔ لہٰذا رحم میں محبت، فضل، احسان، ایثار، تواضع سبھی شامل ہیں۔ رحم انسان کے بنیادی اخلاق میں سے ہے۔ اس کے برخلاف، ظلم، سنگ دلی، شقاوت، غرور وغیرہ سبھی بداخلاقیاں اس شخص میں ہوں گی جو بے رحم ہوگا۔ خود اللہ تعالیٰ کے ناموں میں رحمٰن اور رحیم کا لفظ ملتا ہے۔

دنیا میں رحم کے جو آثار پائے جاتے ہیں وہ اسی خدائی رحمت کے آثار و پرتو ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ "خدا نے رحمت کے سو حصے کیے جن میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور زمین پر صرف ایک حصہ نازل فرمایا۔ اس ایک حصے کی بدولت لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھوڑا اس خوف سے اپنے بچے پر پاؤں نہیں رکھتا کہ کہیں اُسے دکھ نہ ہو۔" ایک اور حدیث میں آیا ہے " الرحم شجنة من الرحمٰن" رحم رحمان کی جڑ سے نکلی ہوئی شاخ ہے۔"

بنی نوع انسان میں محاسن اخلاق کا سب سے بڑا مظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی صفت قرآنِ پاک میں اس طرح آئی ہے۔ " لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ "

" لوگو! تمہارے پاس تمہارے ہی اندر سے رسول آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اس

پر شاق گذرتی ہے۔ وہ مومنوں کے ساتھ شفقت اور رحم سے پیش آتا ہے"۔

آنحضرتؐ نے جس رحم دلی کی تعلیم دی ہے وہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ غیر مسلم جو کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں، سب کے ساتھ پیار و محبت کی اور رحم دلی کی تعلیم دی ہے۔ حتیٰ کہ اس میں جانور تک شامل ہیں۔ آپ کی مشہور حدیث ہے۔

"مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ"

"جو کسی پر رحم نہیں کرتا اُس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا"۔

اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم معاشرے کے ہر شخص کے لیے ہے، چاہے وہ بچہ ہو مرد ہو یا عورت ہو۔ لیکن یہاں ہم صرف حضورؐ کے اس جذبۂ رحم کو بیان کریں گے جو آپ نے اپنے مخالفین کے ساتھ روا رکھا ہے۔

تمام ارباب سیر شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ بجز اس صورت کے کہ اُس نے احکام الٰہی کو توڑا ہو۔

جنگ اُحد کی شکست سے بھی زیادہ رؤسائے طائف کے تحقیر آمیز برتاؤ کی یاد، خاطرِ اقدس پر نہایت گراں تھی۔ تاہم دس برس کے بعد غزوۂ طائف میں جب وہ ایک طرف منجنیق سے مسلمانوں پر پتھر برسا رہے تھے تو دوسری طرف ایک سراپائے رحم خود آنحضرتؐ یہ دعا کر رہے تھے کہ خدایا انہیں سمجھ عطا کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۹ھ میں جب اُن کے وفد نے مدینہ کا رُخ کیا تو آپ نے صحنِ مسجد میں ان کو مہمان بنایا اور عزت و حرمت کے ساتھ ان سے پیش آئے۔ قریش نے آپ کو گالیاں دیں، مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسمِ اطہر پر نجاستیں ڈالیں، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ نعوذ باللہ کبھی جادوگر، کبھی پاگل، کبھی شاعر کہا، لیکن آپ نے کبھی ان باتوں پر برہمی ظاہر نہیں کی۔ حالانکہ ایک عام آدمی بھی ایک عام جلسہ میں جھٹلا یا جائے تو وہ غصہ سے کانپ اُٹھتا ہے۔

ایک صاحب جنہوں نے آنحضرتؐ کو ذوالمجاز کے بازار میں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ لوگو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہو تو نجات پاؤ گے۔

پیچھے پیچھے ابوجہل تھا۔ وہ آپ پر خاک اڑا اڑا کر کہہ رہا تھا "لوگو اس شخص کی باتیں تم کو اپنے مذہب سے برگشتہ کر دیں گی۔ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دیوتاؤں، لات و عزّیٰ کو چھوڑ دو"۔ راوی کہتا ہے کہ آپ اِس حالت میں اُس کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔

سب سے بڑھ کر طیش و غضب کا موقع اِفک کا واقعہ تھا جب کہ منافقین نے حضرت عائشہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی۔ حضرت عائشہؓ آپ کی محبوب ترین بیوی اور ابوبکرؓ جیسے یارِ غار اور افضل الصحابہ کی صاحبزادی تھیں۔ شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا جنہوں نے دَم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلا دیا کہ سارا مدینہ گونج اُٹھا۔ دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی، بیوی کی تفضیح، یہ باتیں انسانی صبر و تحمل میں نہیں سما سکتیں۔ تاہم رحمتِ عالم نے ان سب باتوں کو شانِ رحیمی کے ساتھ سُنا۔ تہمت کا تمام تر بانی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی تھا اور آپ کو بخوبی علم تھا۔ مگر اس واقعہ کی تکذیب خود خدا نے کر دی، اور تہمت لگانے والوں کو شرعی سزا دی گئی۔ تاہم عبداللہ بن ابی کو اس بنا پر چھوڑ دیا گیا کہ اُس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا اور ثبوت کے لیے شرعی شہادت موجود نہ تھی۔ مدینہ کے منافق یہودیوں میں سے لبید بن عاصم نے آپ پر جادو کر دیا تھا۔ آپؐ نے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے مزید تحقیق کی تحریک کی تو فرمایا کہ میں لوگوں میں شورش نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ زید بن سعنہ جس زمانے میں یہودی تھے، لین دین کا کاروبار کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن سے کچھ قرض لیا۔ ابھی ادائیگی میں کچھ دن باقی تھے کہ زید تقاضے کو آئے اور آنحضرتؐ کی چادر پکڑ کر کھینچی اور آپؐ کو سخت سُست کہہ کر کہا "عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی حیلے کیا کرتے ہو"۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بے تاب ہو گئے اور اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا "او دشمنِ خدا تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔" آنحضرتؐ نے مُسکرا کر کہا "عمر تمہیں کچھ اس کو سمجھانا چاہیے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں"۔ یہ فرما کر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور کے اور زیادہ دے دو"۔

ایک دفعہ آپ کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑا رہ گیا تھا اور وہ بھی موٹا، پسینہ آتا تو

اور بھی بوجھل ہو جاتا، اتفاق سے ایک یہودی کے پاس شام سے کپڑے آئے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ ایک جوڑا اُس سے قرض منگوالیں۔ آنحضرت نے یہودی کے پاس آدمی بھیجا۔ اُس گستاخ نے کہا کہ "میں سمجھا، کیا میرا مال اُڑانے اور قیمت ہضم کرنے کا ارادہ ہے"۔ آنحضرت نے یہ ناگوار جملے سُن کر صرف اس قدر فرمایا کہ "وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں"۔ ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک عورت قبر کے قریب بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ رُک گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "صبر کرو"۔ وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی، گستاخی کے ساتھ بولی "چلو ہٹو تم کیا جانتے ہو کہ مجھ پر کیا قیامت ٹوٹی ہے"۔ آپ چلے آئے۔ لوگوں نے عورت سے کہا "تو نے نہیں پہچانا وہ رسول اللہ تھے"۔ وہ واپس آئی اور کہا "میں حضورؐ کو پہچانتی نہ تھی"۔ آپ نے فرمایا "صبر وہی معتبر ہے جو عین مصیبت کے وقت کیا جائے"۔

ایک مرتبہ سعدؓ بن عبادہ بیمار پڑے۔ عبداللہ بن اُبی (جو رئیس المنافقین تھا) بھی جلسہ میں موجود تھا۔ آپ کی سواری کی گرد اُڑی تو اُس نے چادر ناک پر رکھ لی۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد کی عیادت کو گئے اور آنحضرتؐ سے کہا "دیکھو گرد نہ اُڑاؤ، جب آنحضرتؐ قریب پہنچے تو اُس نے کہا محمدؐ اپنا گدھا ہٹاؤ۔ تمہارے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے"۔ آنحضرت نے سلام کیا، پھر سواری سے اُترے اور اسلام کی دعوت دی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ "ہمارے گھر آکر ہمیں نہ سناؤ۔ جو شخص خود تمہارے پاس جائے اُسے تعلیم دو"۔ مگر آپ خاموش رہے۔ عبداللہ بن رواحہ جو مشہور شاعر تھے، اُنہوں نے کہا آپ ضرور تشریف لائیں۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آئیں۔ آنحضرتؐ نے دونوں فریقوں کو سمجھا بُجھا کر ٹھنڈا کیا۔ جلسہ سے اُٹھ کر آپؐ سعد بن عبادہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا "تم نے عبداللہ کی باتیں سُنیں"۔ سعد بن عبادہ نے عرض کی کہ آپؐ کچھ خیال نہ فرمائیں، یہ وہی شخص ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل اہلِ مدینہ نے جس کے لیے ریاست کا تاج تیار کر لیا تھا، اب یہ حسد کی وجہ سے کرتا ہے۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا "یہ تقسیم خدا کی رضامندی کے

سیے نہیں ہے۔" آپ نے سُنا تو فرمایا "خدا موسیٰ پہ رحم کرے اُن کو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا تھا۔"

ایک دفعہ ایک بدو خدمتِ اقدس میں آیا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی وہ آدابِ مسجد سے واقف نہ تھا۔ وہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے کہ اُس کو سزا دیں۔ آپؐ نے فرمایا "اسے جانے دو اور پانی کا ایک ڈول لاکر بہادو۔ خدا نے تم کو دشواری کے لیے نہیں بلکہ آسانی کے لیے بھیجا ہے۔"

حضرت انسؓ جو خادمِ خاص تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہا۔ میں نے کہا میں نہ جاؤں گا۔ آپ چُپ ہو گئے۔ میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا، دفعتہً آنحضرتؐ نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑ لی۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ پھر پیار سے فرمایا "انیس جس کام کے لیے کہا اب تو جاؤ۔" میں نے عرض کی کہ اچھا جاتا ہوں۔ اُس نے اس واقعہ کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے سات برس آپ کی خدمت کی کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا، یہ کیوں نہیں کیا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کی عادت تھی کہ ہم لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھ جاتے اور باتیں کرتے جب اُٹھ کر گھر میں جاتے تو ہم لوگ بھی چلے جاتے۔ ایک دن حسبِ معمول مسجد سے نکلے، ایک بدو آیا اور اُس نے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن سُرخ ہو گئی۔ آپ نے مُڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بولا کہ "میرے اُونٹوں کو غلہ سے لاد دے، تیرے پاس جو مال ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا"۔ آپؐ نے فرمایا کہ "پہلے میری گردن کا بدلہ دو، تب غلہ دے دیا جائے گا"۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں ہرگز بدلہ نہ دوں گا۔ آپؐ نے اس کے اُونٹوں پر جَو اور کھجوریں لادویں اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔

قریش نعوذ باللہ آنحضرت کو گالیاں دیتے بُرا بھلا کہتے۔ منہ سے آپ کو محمدؐ (تعریف کیا گیا) کی بجائے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے، لیکن آپ اُن کے جواب میں اپنے دوستوں کو خطاب کر کے صرف اسی قدر فرماتے کہ "تمہیں تعجب نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیونکر پھیرتا ہے۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے اور لعنت بھیجتے ہیں اور میں تو محمدؐ ہوں۔"

فرات بن حیان ایک شخص ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ آپؐ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا۔ ایک دفعہ پکڑا گیا تو بولا کہ میرے قتل کا حکم ہوا ہے، مگر میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے آکر اطلاع دی کہ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ "تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے ایمان کا حال ہم انہی پر چھوڑتے ہیں، اُن میں سے ایک فرات بن حیان ہے"۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ بعد میں صدقِ دل سے مسلمان ہوا اور آپؐ نے اس کو یمامہ میں ایک زمین بھی عنایت فرمائی جس کی آمدنی ۲۲۰۰ تھی۔

ایک انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے زیادہ کمیاب و نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگذر ہے۔ لیکن حاملِ وحی و نبوت کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی۔ دشمن سے کام لینا انسان کا قانونی فرض ہے۔ دائرہ شریعت میں آکر یہ فرضیت بن جاتی ہے۔ دشمنوں سے انتقام لینے کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ کا دن تھا جب کہ وہ کینہ جو سامنے آئے جو آنحضرتؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ اور جن کے دستِ ستم سے آپؐ نے طرح طرح کی اذیتیں اُٹھائی تھیں لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء"

تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

وحشی جو اسلام کے قوتِ بازو اور آنحضرتؐ کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل تھا، مکہ میں رہتا تھا جب مکہ میں اسلام کی قوت غالب آئی تو بھاگ کر طائف چلا گیا۔ جب طائف بھی مطیع ہوا تو وحشی کے لیے کوئی بھی جگہ جائے امن نہ رہی لیکن اس نے سُنا کہ آنحضرتؐ سفراء سے کبھی بھی سختی سے پیش نہیں آتے۔ ناچار خود رحمتِ عالم کے دامن میں پناہ لی اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کر، کہ تم کو دیکھ کر مجھے چچا کی یاد آتی ہے۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان جس نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کیا اور دل و جگر کے ٹکڑے کیے فتح مکہ کے روز نقاب پوش ہو کر آئی کہ آنحضرت پہچان نہ سکیں اور بیعت بے خبری میں سندِ امان حاصل کرلے۔ مگر اس موقع پر بھی کچھ بھدی سی بات کہی - آنحضرتؐ نے ہندہ کو پہچان لیا مگر اس

واقعہ کا ذکر تک نہ فرمایا۔ ہندہ اس کرشمہ اعجاز سے متاثر ہو کر بے اختیار بولی "یا رسول اللہ آپؐ کے خیمہ سے مبغوض تر خیمہ کوئی بھی میری نگاہ میں نہ تھا۔ لیکن آج آپؐ کے خیمہ سے محبوب تر خیمہ میری نظر میں کوئی دوسرا نہیں ہے"۔

عکرمہ دشمنِ اسلام ابوجہل کے فرزند تھے اور اسلام سے قبل اپنے باپ کی طرح آنحضرتؐ کے سخت ترین دشمن تھے۔ فتح مکہ کے وقت مکّہ سے بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی۔ وہ یمن گئیں عکرمہ کو تسکین دی، ان کو مسلمان کیا اور خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئیں آنحضرتؐ نے اُن کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

"مرحبا بالراکب المهاجر"

"اے ہجرت کرنے والے سوار تمہارا آنا مبارک ہو"

صفوان بن اُمیہ قریش کے رؤسائے کفر میں سے اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ ان ہی نے عمیر بن وہب کو انعام کے وعدوں پر آنحضرتؐ کے قتل پر مامور کیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو اسلام کے ڈر سے جدہ بھاگ گئے اور قصد کیا کہ سمندر کے راستے سے یمن چلے جائیں گے۔ عمیر بن وہب نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "یا رسول اللہ امان کی کوئی نشانی مرحمت فرمایئے جس کو دیکھ کر اُن کو میرا اعتبار آئے"۔ آپ نے عمامہ مبارک اُن کو عنایت فرمایا جس کو لے کر وہ صفوان کے پاس پہنچے۔ صفوان نے کہا مجھے وہاں جانے میں جان کا ڈر ہے۔ عمیر نے جواب دیا "صفوان! ابھی تمہیں محمدؐ کے حِلم و عفو کا اندازہ نہیں ہوا"۔ یہ سُن کر وہ عمیر کے ساتھ دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ عمیر کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے امان دی ہے۔ فرمایا "سچ ہے"۔ صفوان نے کہا تو مجھے دو مہینے کی مہلت دو۔ ارشاد ہوا کہ "تم کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے"۔

اس کے بعد وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ تفصیل سے ابن ہشام میں مذکور ہے۔

ہبار بن الاسود وہ شخص تھا جس کے ہاتھ سے آنحضرتؐ کی صاحبزادی زینب کو سخت تکلیف ہوئی تھی۔ حضرت زینب حاملہ تھیں اور مکّہ سے مدینہ ہجرت کر رہی تھیں۔ کفار نے مزاحمت کی

اور ہبار بن الاسود نے جان بوجھ کر آپ کو اونٹ سے گرا دیا جس سے اُن کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض جرائم کا وہ مرتکب ہوا تھا اور اسی بنا پر فتح مکہ کے وقت ہبار کے قتل کا حکم ہوا تھا۔ اس نے چاہا کہ بھاگ کر ایران چلا جائے کہ داعیٔ ہدایت نے خود آستانۂ نبوت کی طرف جھکا دیا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ میں بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا مگر پھر مجھے حضورؐ کے احسانات اور حلم وعفو یاد آئے۔ میری نسبت آپ کو جو خبریں پہنچیں وہ درست تھیں۔ مجھے اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف ہے۔ اب اسلام سے مشرف ہونے آیا ہوں۔ دفعتہً رحمت کا باب وا ہوا اور دوست و دشمن کی تمیز یکسر ختم ہوگئی۔

ابوسفیان اسلام لانے سے قبل جیسے تھے غزواتِ نبوی کا ایک ایک واقعہ اس پر شاہد ہے۔ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اسلام کو لڑنی پڑیں، ان میں اکثر میں ان کا ہاتھ تھا۔ مگر جب فتح مکہ کے روز گرفتار کر کے لائے گئے تو حضرت عباس ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو آپؐ ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے گذشتہ جرائم کی پاداش میں ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر آپؐ نے منع فرمایا اور نہ صرف یہ کہ ان کے گھر کو امن و امان کا ٹھکانہ بنا دیا اور فرمایا کہ جو فرد ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُس کا قصور معاف ہوگا۔ کیا دنیا کے کسی فاتح نے اپنے دشمن کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے؟

عرب کا ایک ایک قبیلہ اسلام کے پرچم تلے جمع ہو رہا تھا۔ اگر کسی قبیلہ نے آخر تک سرتابی کی تو وہ بنو حنیفہ کا قبیلہ تھا جس میں مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ ثمامہ ابن آثال اس قبیلہ کے رؤسا میں سے تھا۔ اتفاق سے وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے، اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا کہتے ہو۔ اُس نے کہا اے محمدؐ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایک خون کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا اور اگر زرِ فدیہ چاہتے ہو تو تم مانگو میں دوں گا۔ یہ جواب سن کر آپؐ خاموش

رہے ۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ دہرایا گیا ۔ تیسرے دن بھی جب اُس نے یہی جواب دیا تو آپ نے حکم دیا کہ ثمامہ کی رسّی کھول دو اور آزاد کر دو ۔ ثمامہ پر اس خلاف توقع لطف و عنایت کا یہ اثر ہوا کہ قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا ۔ اور عرض کی یا رسول اللہ دُنیا میں کوئی شخص میری نظر میں آپ سے زیادہ مبغوض نہ تھا اور اب آپ سب سے زیادہ پیارے لگ رہے ہیں ۔ کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا ۔ اور اب کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے ۔

قریش کی ستم گری و جفا گری کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ یاد ہو گا کہ شعب ابوطالب میں تین برس تک ان ظالموں نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس طرح محصور کر رکھا تھا کہ غلّہ کا ایک دانہ اندر پہنچ نہیں سکتا تھا ۔ بچے بھوک سے روتے اور تڑپتے تھے اور یہ بیدرد اُن کی آوازیں سُن کر ہنستے اور خوش ہوتے تھے ۔ لیکن معلوم ہے کہ رحمتِ عالم نے اس کے معاوضہ میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ جب یہی ثمامہ بن آثال مکّہ گئے تو قریش نے تبدیلِ مذہب پر اُن کو طعنہ دیا ۔ انہوں نے غصّہ سے کہا کہ خدا کی قسم اب رسول اللہ کی اجازت کے بغیر گیہوں کا ایک دانہ بھی مکّہ نہیں آئے گا ۔ اس بندش سے مکّہ میں قحط پڑ گیا ۔ آخر گھبرا کر قریش نے حضورؐ کی طرف رجوع کیا ۔ حضورؐ کو رحم آیا اور ثمامہ کو کہلا بھیجا کہ بندش اُٹھا لو چنانچہ حسبِ دستور پھر غلّہ مکّہ آنے لگا ۔

کفار کے ساتھ آپ کے حسنِ خلق کے بہت سے واقعات کے بارے میں مورخین یورپ مدعی ہیں کہ یہ اس وقت تک کے واقعات ہیں جب تک اسلام ضعیف تھا اور لطف و آشتی کے سوا چارہ نہ تھا ۔ ہم یہاں صرف وہ واقعات نقل کریں گے جو اس زمانہ کے ہیں جب کہ مخالفین کی قوتیں پامال ہو چکی تھیں اور اُن پر آنحضرتؐ کو پورا اقتدار حاصل ہو چکا تھا ۔

ابو بصرہ غفاری کا بیان ہے کہ جب وہ کافر تھے آنحضورؐ کے پاس مدینہ میں آ کر مہمان رہے رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دُودھ پی گئے ، لیکن آپؐ نے کچھ نہ فرمایا ۔ رات بھر تمام اہل بیت نبوی بھوکے رہے ۔

اِسی طرح ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ شب کو ایک کافر آپؐ کا مہمان

ہوا۔ آپ نے اُس کے سامنے بکری کا دُودھ پیش کیا۔ وہ پی گیا۔ پھر دوسری بکری دوہی گئی وہ دُودھ بھی بغیر تامل کے وہ پی گیا۔ پھر تیسری، پھر چوتھی، یہاں تک کہ سات بکریاں دوہی گئیں اور وہ سب کا دُودھ پی گیا۔ آپؐ نے کوئی غصّہ ظاہر نہ فرمایا۔ شاید اِسی حسنِ اخلاق کا اثر تھا کہ وہ صبح کو مسلمان ہوگیا۔ حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اُن کی ماں مشرکہ تھیں۔ اعانت کے لیے حضرت اسماء کے پاس آئیں اُن کو خیال ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ نیک سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ آنحضرتؐ کے پاس آکر دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اُن کے ساتھ نیکی کرو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کافر تھیں اور بیٹے کے ساتھ مدینہ میں رہتی تھیں۔ جہالت سے آنحضرتؐ کو گالیاں دیتی تھی۔ ابو ہریرہؓ نے خدمتِ اقدس میں شکایت کی۔ آپؐ نے بجائے غیظ و غضب کے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو پھر وہ مسلمان ہوگئیں۔

(باقی)

ادارہ کے کرم فرماؤں سے ضروری التماس

- براہ مہربانی ادارہ کی طرف سے ارسال کردہ وی۔ پی۔ پی واپس نہ کریں۔ خریداری یا آرڈر منسوخ کرانا ہو تو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ وی پی پی واپس کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے۔ اور اس سے ادارہ کو نقصان ہوتا ہے۔
- ادارہ سے خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

شکریہ

مینجر ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ لاہور